اسلامی تجارت کے اساسی اصول، ذخیرہ اندوزی اور مصنوعی قلت کے تناظر میں

The Fundamental Principles of Islamic Trading in the Light of Hoarding and Artificial Shortage of Supply

عطاالرحمن*

ڈاکٹر محمد طاہر مصطفی**

Abstract

Trade is one of the most important and the oldest way in human history. Countries cannot be strong and dependent, unless their economic, social and political relations are very good. Trade process have played an active role not only in the movement of money and goods, but also in the healthy civilizations, cultures, religions among peoples and nations, where the primary role has centred on the flow of goods, capital, human resources and services. The Islamic religion defines Sharia law and their principles in perspective of Shariah. The Shariah Law prohibits the acceptance of unlawful trade that cause harmful and deceive among people. Hence, Lawful principles are accepted and known as prosperity of countries and humanity as well as for the worthful economy.

Similary the terminology of "hoarding" has deep roots in various countries around the world, which prohibits in Islam and Sharia. There are many side effects and harmful measure which takes peole through this unlawful and sinful trade. Islam strongly, strictly denies and discouragement of hoarding.

....

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

دورِ حاضر میں تجارت کا دائرہ کار اس قدر وسیع ہو چکا ہے کہ اس پر دسترس حاصل کرنا اور اس کو ذہنی شمار میں لانا قریباً ناممکن ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کے ساتھ ساتھ مختلف پیشوں کا وجود میں آنا اور تجارتی لین دین کی نت نئی شکلیں ایک حقیقت بن چکی ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کاروباری لین دین تجارت ہی کا دوسرا نام ہے۔ ایسا اس لیے ہوا کہ تہذیب و تمدن کے کاررواں کے بڑھنے سے لوگوں کی ضروریات، احتیاجات اور تقاضوں میں تیزی کے ساتھ ساتھ تکمیل میں دشواری پیش آنے لگی اور ضروریات کا بیک وقت اور ایک ہی جگہ سے حصول ناممکن ہوتا گیا، پھر ان ضروریات کے حصول کے لیے انسانوں کو تجارت کی کئی ایک بنیادوں کا سہارا لینا پڑا، کاروبار پھیلاتے چلے گئے، زندگی کے کارخانے کو چلانے کے لیے نئے نئے تصورات جنم لینے لگے، یوں آجر اور اجیر کا دائرہ کار بھی خوب پھیلنے لگا، دنیا میں بسنے والا کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اشیاء کی خرید و فروخت میں دلچسپی نہ رکھتا ہو، اور وہ کاروبار، پیشہ، صنعت و حرفت یا ملازمت سے خود کو مستثنیٰ سمجھتا ہو، اسلام نے ایک مسلمان کو زندگی گزارنے کے لیے کسی خاص پیشے اور تجارت کا پابند تو نہیں کیا، البتہ پیشے اور تجارت کی شکل اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے حلال کی بنیاد پر ہو، اس امر پر خوب زور دیا ہے۔ حلال کی فضیلت، خوبی، منفعت اور حکمت اسلامی معاشرے کے لیے کس قدر ضروری ہے، اس حوالے سے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے ہمیں خوب آگاہی ملتی ہے۔

دورِ حاضر میں خریدوفروخت، تجارت اور صنعت و حرفت کے لیے سرمایہ اور مہارت لازمی ہو چکے ہیں، نہ صرف علاقائی اور قومی مسائل کے حل کے لیے مختلف صنعتیں وجود میں آچکی ہیں، بلکہ دوسرے ممالک کی ضروریات اور احتیاجات کا بھی سامان مہیا ہونے لگا ہے، ایک ملک بیک وقت کئی ایک ملکوں میں اپنی صنعت و حرفت کا دائرہ پھیلائے ہوئے ہے اور اس سے ملکی زرِ مبادلہ حاصل کیا جارہا ہے۔ اسی عمل کی بدولت مختلف ممالک کے درمیان اشیاء کی آمدروفت، چیزوں کی قیمتوں کا اُتار چڑھاؤ ، اشیاء کی مختلف اصطلاحات اور متعارف کروانے کے مختلف پیمانے اور کاروباری معاملات کا ایک مستقل سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔

اسلامی تجارت کے اساسی اصول:

اسلام میں مسلمانوں کے آپسی حقوق اور ان کی پاسداری، نظامِ زکوۃ، قرض کا مطالبہ و ادائیگی، عفو و درگزر، وراثتی حقوق اور صدقات و خیرات کا حکم دیا گیا ہے، ان تمام اوامر کا مقصد دولت کا منصفانہ ارتکاز اور

خیر خواہی پر مبنی ایسا معاشرہ تشکیل دینا ہے، جس میں لوگوں کے حقوق سلب کرنے کی بجائے محبت، اخوت اور رواداری کو فروغ دیاجاسکے۔اسلام کے تجارتی اصول بھی انہی بنیادوں پر استوار ہیں، جن کے ذریعے معاشرتی اور معاشی ناہمواریوں کو دور کیاجاتا ہے۔ذیل میں تجارت کے چند اساسی اصول درج کیے جارہے ہیں:

اسلام میں معیشت و تجارت کا تصور سمجھنے کے لیے سب سے پہلے اس کی عظمت و اہمیت کا ادراک کرنا ضروری ہے، بڑے سے بڑے کام چاہے اس میں بہت سرمایہ کیوں نہ خرچ کر دیا جائے، محنت اور جدوجہد کے بغیر ادھورا رہتا ہے۔کسب اور معاش کی دوڑ میں بڑھنے والے مسلمان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اور اسے مختلف پہلوؤں اور زاویوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے:

عَنِ المِقْدَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ» 1

"حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا انسان اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کمانے کے بعد جو کھاتا ہے، اس سے بہتر کھانا کوئی نہیں کھاتا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کھاتے تھے"۔

حالانکہ داؤد علیہ السلام کی سلطنت کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے:

"وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ"2

"اور ہم نے اُنکی سلطنت کو مضبوط کیا اور اُنہیں حکمت اور فیصلہ کن کلام کی صلاحیت عطا فرمائی"۔

نبی کریم ﷺ نے محنت کی عظمت، اسلام میں اس کی اہمیت و رفعت کو اپنے صحابہ jمیں متعارف کروایا ہے، تاکہ کسی بھی مسلمان کی وقعت، قدرومنزلت برقرار رہ سکے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ» 3

"ایسا شخص جو اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لاد کر لائے، اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے سامنے ہاتھ پھیلائے، چاہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے"۔

یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ لازمی طور پر سائل کو کچھ دے، بلکہ دینے والے کی صوابدید پر منحصر ہے ، چاہے سائل کو دے یا خالی لوٹا دے، دونوں صورتوں کی اسلام میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے، یعنی مانگنا بھی پسندیدہ نہیں اور خالی ہاتھ کالوٹنا بھی پسندیدہ نہیں کہ اس سے تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۳۔　حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

«كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ» 4

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام اپنے ہی ہاتھوں سے کیا کرتے تھے"۔

۴۔　حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَكَلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ طَعَامًا أَحَبَّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ» 5

"تم میں سے کسی نے بھی ایسا کھانا نہیں کھایا جو رب تعالیٰ کو اس کی ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ پسند ہو"۔

۵۔　سچے اور امانتدار تاجر سے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ» 6

"سچا اور امانتدار تاجر انبیاءِ کرام علیہم السلام ، صدیقین اور شہداء کی معیت میں ہو گا"۔

اسلام نے نہ صرف معاشی جدوجہد کی ترغیب اور تلقین کی بلکہ جدوجہد کرنے والے کے حقوق بھی متعین فرمائے، نیز ایسا شخص جو تجارتی اور معاشی دوڑ دھوپ میں اپنے آپ کو لگاتا ہے اس کے لیے دنیوی و اخروی نعمتوں کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔

اسلام میں اس بات کی سخت حوصلہ شکنی کی گئی ہے کہ چند بااثر لوگ معاشرے اور ملک و قوم کے تمام وسائل پر قبضہ کر کے بیٹھ جائیں، لوگوں کا ظلم ، جبر واستبداد سے مال سمیٹ لیں، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے ان کی حق تلفی کریں، اسلام نے جہاں سرمایہ دارانہ نظام کو منصفانہ اور شفاف بنانے کے لیے اصول متعین کیے ہیں، وہیں پر دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ جانا بھی برا گردانا ہے۔ قرآن مجید میں بھی مال کے چند ہاتھوں میں سمٹ جانے کی نفی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ"7

" تاکہ وہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے"۔

سرمایہ دارانہ نظام پر یہ ایک کاری ضرب ہے جو اسلام نے لگائی ہے ، تاکہ معاشرے میں غربت کم ہو،جبکہ سرمایہ داری کا نظام بعض اوقات خود غرضی کی ایسی انتہا کو چھونے سے بھی گریز نہیں کرتا، کہ غریب لوگ خود کشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔دوسری طرف اشتراکیت کے برعکس اسلام نے رسد اور طلب کے فطری قانون کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا:

"نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"8

"ہم ہی نے دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت کو تقسیم کیا ہے، اور ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر درجہ بندی میں فوقیت دی ہے، تاکہ ان میں سے ایک دوسرے سے کام لے سکے"۔

آیت میں معیشت کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا گیا ہے کیونکہ وہی انسان کا رازق ہے اور اس کی روزی کو تنگ یا کشادہ کرتا ہے، اور آخر میں ایک دوسرے سے کام لینے کا جو ذکر فرمایا ہے، اس سے رسد اور طلب کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، کیونکہ کام لینے والا بازار کی طلب کے مطابق کسی سے کام لیتا ہے، اور کام دینے والا اس کی رسد فراہم کرتا ہے، اور ان دونوں کے باہمی امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آتی ہے۔

اسلام افراد اور معاشرہ کے درمیان معاشی مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے۔معاشی مساوات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کے پاس جتنی دولت ہو،اتنی ہی دولت کا حصول ہر شخص کے لیے ممکن بنایا جائے،کیوں کہ ایسی مساوات غیر فطری بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی۔معاشرے کے ہر فرد کے پاس یکساں مال و دولت ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔ذہنی صلاحیت میں کمی بیشی کے لحاظ سے مختلف افراد کے درمیان فرق ضروری ہوتا ہے،مگر دو انسانوں کے درمیان یہ فرق کا تناسب لامحدود نہیں ہونا چاہیے اور عہدہ کے اعتبار سے اعزازات، رعایتوں اور فضول رسمی معاملات سے اجتناب کرنا چاہیے۔اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے، وہ یہ ہے معاشرہ کے تمام افراد کو یکساں مواقع حاصل ہوں اورمال و دولت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کے معیارِ زندگی اور مظاہرِ معیشت میں زیادہ فرق نہ ہو۔اسلام نے وہ تمام فرق جو محض عہدہ اور حیثیت کی بنا پر قائم کیے جاتے ہیں، ان کو مٹا دیا اور صرف نام نہاد مساوات کی جگہ حقیقی تمدنی مساوات اور معاشی انصاف قائم کیا ہے۔

افلاس کے خاتمے کی تجارتی تدابیر:

غربت و افلاس کے خاتمے کے لیے تجارت اسلام کی زرّیں اصولوں میں سے ایک اصول سمجھی جاتی ہے۔اس سلسلے میں یوسف قرضاوی "اسلام اور معاشی تحفظ" میں رقمطراز ہیں:

"اسلام نے فقر و فاقہ کے خلاف باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا ہے اور اس کو ختم کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہے ، مبادا کہ وہ انسان کے عقیدہ، اخلاق و کردار ، عائلی زندگی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہو کر کوئی خطرناک صورتِ حال پیدا کر دے، اسی لیے اسلام نے یہ بات لازمی قرار دی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو کم از کم مندرجہ ذیل ضروریاتِ زندگی میسر ہونی چاہئیں، خوردونوش، رہائش، گرمیوں اور سردیوں کا لباس، اگر وہ کسی فن میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس فن کو وہ کتابیں وغیرہ جن کی اس کو ضرورت ہو، اگر وہ کوئی دستی کام کرتا ہے تو اس کام کے ہتھیار و اوزار، اور اگر وہ شادی کا خواہشمند ہو تو اس کی شادی کا انتظام، اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو اس کے مناسب حال اور میعارِ زندگی میسر آسکے جو اللہ کے فرائض کی ادائیگی اور زندگی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اس کے لیے مددومعاون ہو۔اسلام نے ہر مسلمان کے لیے ہر کام کے دروازے کھلے رکھے ہیں، ہر شخص جس کام کی صلاحیت رکھتا ہو وہ اسے اختیار کر سکتا ہے، کوئی مقررہ کام کرنا اُس پر فرض نہیں الا یہ کہ سوسائٹی کی بہتری کے لیے اس کے سپرد کوئی خاص کام کر دیا جائے، البتہ اسلام اُن پیشوں کے اختیار کرنے سے روکتا ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کے لیے ضرر رساں ہوں....

اسلامی نظام کے زیرِ سایہ رہ کر کوئی محنت کرنے والا اپنی محنت کے معاوضے اور کوشش کے ثمرے سے محروم نہیں رکھا جاتا بلکہ مزدور کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی بلا کم و کاست ادا کر دینے کی تلقین ہے کیونکہ اگر اُسے وہ مزدوری نہیں دی جائے گی جس کا وہ مستحق ہے تو یہ اس پر ظلم ہو گا اور ظلم کو اسلام میں بالکل حرام قرار دیا گیا ہے۔اسلامی نظام میں اس بات پر بھی کوئی قدغن نہیں کہ کسی محنت کار کے پاس حلال طریقے سے کمائی ہوئی اتنی دولت جمع ہو جائے جس سے وہ کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد خرید سکے اور اپنے معیارِ زندگی کو بلند کر سکے یا اس سے بیماری اور بڑھاپے کے ایام میں فائدہ اٹھا سکے، یا اُس کی اولاد اور ورثاءاس کے مرنے کے بعد اُس سے متمتع ہو سکیں"۔9

محنت کرنے والے کو نہ صرف اسلام کے زریں اصول یہ بتاتے ہیں کہ اسلامی تجارت کے کیا اصول اور اس کی کیا بنیادیں ہیں، نیز اس طرف بھی رہنمائی کرتے ہیں کہ اسے یہ کام یعنی تجارت کرتے ہوئے حدود سے تجاوز نہیں کرنا، اور نہ ہی کسی سے غرر اور دھوکہ دہی والا معاملہ اختیار کرنا ہے، اسی طرح تجارت اور بیع میں ایک خوبصورت فرق کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یوں نقل فرمایا ہے:

"محمد قال: اخبرنا ابو حنیفة قال: حدثنا یحیی بن عامر عن رجل عن عتاب بن اسید رضی اللہ عنه عن النبیﷺ انه قال له: انطلق الی اهل اللّٰه۔ یعنی اهل مکة۔ فانههم عن اربع خصال: عن بیع مالهم یقبضوا، وعن ربح مالم یضمنوا، وعن شرطین فی بیع، وعن سلف وبیع قال محمد: وبهذا کله ناخذ، واما قوله: "سلف وبیع" فالرجل یقول للرجل: ابیعک عبدہ هذا بکذا وکذا علی ان تقرضن، کذا وکذا، او یقول: تقرضن، علی ان ابیعک فلا ینبغ، هذا، وقوله: "شرطین فی بیع فالرجل یبیع الشیءفی الحال بالف درهم والی شهر بالفین، فیقع عقدة البیع علی هذا فهذا لا یجوز، واما قوله: "ربح مالم یضمنوا" فالرجل یشتری الشیءفیبیعه قبل ان یقبضه بربح فلیس ینبغ،له ذلک، وکذلک لا ینبغ،له ان یبیع شیئًا اشتراه حتی یقبه، وهذا کله قول ابی حنیفة، الا فی خصلة واحدة، العقار من الدور وال٧رضین قال: لا باس ان یبیعها الذی، اشتراها قبل ان یقبضها: لانها لا یتحول عن موضعها، قال محمد: وهذا عندنا لا یجوز، وهو کغیره من الاشیآئ"[10]

"حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہم سے یحیٰی بن عامر رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ ایک شخص سے وہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں ، آپ ﷺ نے فرمایا اہل اللہ یعنی اہل مکہ کی طرف جاؤ اور ان کو چار باتوں سے منع کرو۔

١۔ جب تک کسی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ نہ کریں اسے آگے نہ بیچیں۔

٢۔ جب تک ضامن نہ ہوں نفع حاصل نہ کریں۔

٣۔ ایک بیع میں دو شرطیں نہ رکھیں۔

٤۔ قرض اور بیع جمع نہ کریں۔

امام امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم ان تمام باتوں کو اختیار کرتے ہیں"۔

امام صدیق ہزاروی اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قرض اور بیع جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی سے کہے میں تجھ پر اپنا غلام اتنی رقم پر بیچتا ہوں اس شرط پر کہ تو مجھے اتنا قرض دے یا کہے تو مجھے قرض دے اس شرط پر کہ میں تجھ پر بیچوں تو یہ مناسب نہیں، اور ایک بیع میں دو شرطوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی چیز نقد ایک ہزار پر بیچے اور ادھار دو ہزار میں بیچے اور یوں سود ہو جائے تو یہ ناجائز ہے۔اور جب تک ضامن نہ ہو نفع جائز نہیں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز خریدتا ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے نفع کے ساتھ بیچتا ہے تو یہ بات بھی جائز نہیں ، اسی طرح یہ بھی مناسب نہیں کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچے۔حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی ان سب باتوں کے قائل ہیں البتہ ایک بات میں اختلاف ہے یعنی وہ گھروں یا زمین کے ٹکڑوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کو خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز ہے کیونکہ یہ اپنی جگہ سے منتقل نہیں ہوتیں....حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں اور ان کا حکم بھی دوسری اشیاء کی طرح ہے"۔11

تجارت کرتے ہوئے اشیاکے عیوب بتانا:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُبَيِّنْهُ، لَمْ يَزَلْ فِي مَقْتِ اللَّهِ، وَلَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَلْعَنُهُ» 12

"حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس کسی نے ایسے عیب کے ساتھ کوئی شے فروخت کی جس عیب پر اس نے خریدار کو آگاہ نہیں کیا تھا، وہ ہمیشہ اللہ کریم کے غصہ میں رہے گا یا فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ» 13

"سچا اور امانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» 14

"امانت دار، سچا اور مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا"۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو آپس میں کاروبار کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ»، فَاسْتَجَابُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَفَعُوا أَعْنَاقَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: «إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ فُجَّارًا، إِلَّا مَنْ اتَّقَى اللَّهَ، وَبَرَّ، وَصَدَقَ» 15

"اے تاجروں کی جماعت! اللہ کے رسول کی طرف توجہ کرو.... لوگوں نے اپنی گردنیں اور اپنی آنکھیں آپ ﷺ کی طرف اُٹھالیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر قیامت کے دن فاجروں کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے مگر جس نے اللہ کا ڈر اختیار کیا اور نیکی اور سچ بولا"۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تجارت پیشہ لوگ تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرما رہے تھے:

«يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِيَّاكُمْ وَالْكَذِبِ» 16

"اے تاجروں کی جماعت! جھوٹ سے بچتے رہو"۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات بخوبی سمجھ آتی ہے کہ نیک اور مخلص تاجر کا ہر ایک عملے خیر اور بھلائی پر مشتمل ہے، اسی طرح لوگوں کے ساتھ دھوکہ دہی کرنے والا اور جھوٹ سے کام لینے والا تاجر خسارہ مول لیتا ہے، جس کی رب تعالیٰ کے ہاں سخت سزائیں ہیں، لیکن جملہ احکامات معاشرے میں اسی وقت نظر آئیں گے، جب لوگ اسلامی احکامات اور اصول و ضوابط کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، ایسے احکامات جو اسلام نے تجارت کرنے کے حوالے سے سکھائے اور سمجھائے ہیں، ان کو بغور دیکھا اور اپنے کاروبار کا حصہ بنایا جائے، اسی لیے صحابہ کرام zرسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تاجروں کو اسلامی تجارت کے اصول و قوانین سکھایا کرتے تھے، ذیل میں دو خلفائے راشدین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات نقل کیے جا رہے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

'' لاَ يَبِعْ فِي سُوقِنَا إِلاَّ مَنْ قَدْ تَفَقَّهَ فِي الدِّينِ'' 17

"ہمارے بازاروں میں وہی خرید وفروخت کرے جسے دین اسلامی تجارت کے اصول کی سمجھ ہو"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''مَنِ اتَّجَرَ قَبْلَ اَنْ يَتَفَقَّهَ ارْتَطَمَ فِي الرِّبَا'' 18

"جس نے سوجھ بوجھ کے بغیر تجارت کی، وہ سود میں مبتلا ہو گیا"۔ یعنی احکام تجارت سیکھے بغیر تجارت کرنے سے شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسا شخص صریحاً سود اور اس سے جڑی قباحتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

ذخیرہ اندوزی کی قباحت وممانعت:

ایک بہت بڑی قباحت جو مسلم معاشروں میں سرایت کر چکی ہے، اس کا تعلق ذخیرہ اندوزی اور مال کو چھپا کر کالا دھن کمانے سے متعلق ہے، یعنی جس چیز کا ریٹ بڑھنے کا اندازہ ہو، فوراً اس چیز کو ذخیرہ کر لیا جائے تاکہ ریٹ بڑھنے پر زیادہ پیسے لوگوں سے وصول کیے جائیں، اس کی شریعت اسلامیہ میں شدید قباحت بیان کی گئی ہے، لوگوں کے راتوں رات امیر بننے کے اندازے اور خیال انہیں ایسی بدترین علتوں پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کرتے ہیں، ذخیرہ اندوزی معاشرتی ناسور بن چکی ہے، جسے ختم کرنا حکومتوں کے بس میں بھی نہیں رہا، بڑے بڑے مافیا اپنے پیسے کے بل بوتے پر ایسا کرنے میں ید طولیٰ اور مہارت رکھتے ہیں، ذیل میں نبوی ارشادات بیان کیے جا رہے ہیں جن کی روشنی میں ذخیرہ اندوزی کی برائی، قباحت، گناہ اور ناپسندیدگی کو سمجھا جاسکتا ہے۔

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ» 19

"ذخیرہ اندوزی صرف گناہگار ہی کرتا ہے"۔

عوام کی زندگی اجیرن کرنا، اور ضرورت پڑنے پر انہیں چیز نہ دینا، یہ سب چیزیں اسلام میں مذموم گردانی گئی ہیں، نیز اس سے نہ صرف لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ ذخیرہ اندوزی کرنے والا تاجر بھی اللہ کی وعید اور گناہگاری میں اپنے آپ کو ملوث کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی یوں مذمت فرمائی:

«مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ، ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاسِ» 20

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں پر ان کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ کی بیماری اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے"۔

عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ» 21

"سوداگر کو رزق ملتا ہے جبکہ ذخیرہ اندوز شخص لعنتی ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ احْتَكَرَ حُكْرَةً، يُرِيدُ أَنْ يُغْلِيَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَهُوَ خَاطِئٌ» 22

"جو شخص کسی چیز کو ذخیرہ کر کے رکھ لے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ مسلمانوں پر مہنگائی کرے گا تو وہ گنہگار ہوتا ہے"۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ تَعَالَى، وَبَرِئَ اللهُ تَعَالَى مِنْهُ» [23]

"جو شخص چالیس راتوں تک غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، وہ اللہ سے بری ہو جاتا ہے اور اللہ اس سے بری ہو جاتا ہے"۔

شارحین کی ایک جماعت نے لفظ "غذائی ضرورت" کے لفظ سے بالا ہو کر، ہر وہ چیز جو لوگوں کے استعمال میں ہو، جبکہ قلّت سے یا ذخیرہ اندوزی کرنے سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہو، لیکن ذخیرہ اندوز تاجر اس چیز کو مہنگا کرنے کی غرض سے چھپالے، بعد میں اسی چیز کو بھاری نرخوں پر بیچے تو ایسی تمام چیزوں کا اطلاق اس ذخیرہ اندوزی میں آتا ہے، جبکہ لفظ"غذائی ضرورت" کو احادیث کے ساتھ مقید کرنا قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔

جمہور کی رائے کو نیل الاوطار میں یوں قلمبند کیا گیا ہے:

''وَظَاهِرُ أَحَادِيثِ الْبَابِ أَنَّ الِاحْتِكَارَ مُحَرَّمٌ مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَ قُوتِ الْآدَمِيِّ وَالدَّوَابِّ وَبَيْنَ غَيْرِهِ.وَالتَّصْرِيحُ بِلَفْظِ: " الطَّعَامِ " فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ لَا يَصْلُحُ لِتَقْيِيدِ بَقِيَّةِ الرِّوَايَاتِ الْمُطْلَقَةِ، بَلْ هُوَ مِنْ التَّنْصِيصِ عَلَى فَرْدٍ مِنْ الْأَفْرَادِ الَّتِي يُطْلَقُ عَلَيْهَا الْمُطْلَقُ، وَذَلِكَ لِأَنَّ نَفْيَ الْحُكْمِ عَنْ غَيْرِ الطَّعَامِ إنَّمَا هُوَ لِمَفْهُومِ اللَّقَبِ وَهُوَ غَيْرُ مَعْمُولٍ بِهِ عِنْدَ الْجُمْهُورِ''- 24

اہل جمہور نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے کہ کسی بھی چیز کی ذخیرہ اندوزی، جبکہ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ شخص اسے عوام الناس کے مہنگا کرنا چاہتا ہو، خوراک کی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کی، حرام ہے۔

احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی سے متعلق ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں:

موجودہ دور میں مہذب احتکار کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں:

ا۔شرکت قابضہ: ایسی شرکت میں پیداواری کاروبار کے اکثر حصص حصہ دار ہی خریدتے ہیں، لہٰذا وہ کسی شے یا خدمت کی پیداوار کی حد اور اس کی قیمت کا تعین اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور یوں خریداروں کا استحصال کرتے ہیں۔

۲۔ادماج: اس استحصالی طریقہ کے مطابق چند کمپنیاں مل کر ایک وحدت قائم کر لیتی ہیں، اور یوں کسی شے کی پیداوار اور اس کی قیمت پر اجارہ داری قائم کر لیتی ہیں۔

۳۔وحدت قیمت: چند مل مالکان یا کارخانہ داران مل کر بازار میں ایک قیمت طے کر لیتے ہیں، اور اس قیمت کے ذریعے گاہکوں کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے نفع کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن بنا لیتے ہیں۔25

گویا ملی بھگت سے چند سرمایہ دار اسلامی تجارت کو ذخیرہ اندوزی کرکے اور لوگوں کو بے جا تنگ کرکے غیر اسلامی بنا لیتے ہیں، حالانکہ برکت اسی صورت میں تھی کہ وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور نرمی والا معاملہ اختیار کرتے ہوئے مناسب منافع کما کر چیز فروخت کر دیتے۔

مولانا ظفر اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دے کر انسان کو جائز منافع کمانے اور اس کے ذریعے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن بعض لوگ مال و دولت کے لالچ میں اندھے ہو کر ایک ایسی راہ پر چل پڑتے ہیں جس کا آغاز مال و دولت کے عظیم انبار سے ہوتا ہے، اور اس کا اختتام و انجام تنگدستی و مفلسی اور جہنم کی آگ کے ڈھیر پر ہوتا ہے، یہ ذخیرہ اندوزوں کا گروہ ہوتا ہے جن کا ذکر امام طبرانی رحمہ اللہ کی کتاب میں اس طرح کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بہت بدترین ہے وہ آدمی جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، کہ اگر اللہ تعالیٰ نرخ سستے کر دے تو وہ غمگین ہو جاتا ہے، اور اگر بڑھا دے تو وہ خوش ہو جاتا ہے، امام رزین رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہلِ شہر ہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے راستے میں روکا گیا ہے، اس لیے ان کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی نہ کیا کرو، اور ان کے نرخ مہنگے نہ کیا کرو، کیونکہ جو شخص ان کی غذائی ضروریات چالیس دن تک ذخیرہ کر کے رکھ لیتا ہے، پھر اگر وہ اسے صدقہ بھی کر دے تو یہ اس کیلئے کفارہ نہیں ہو گا، نیز امام رزین رحمہ اللہ ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ذخیرہ اندوزوں اور قاتلوں کو ایک ہی درجے میں جمع کیا جائے گا۔ذخیرہ اندوزی کا منشا اور اس کے پس

منظر میں جو ذہنیت کارفرما ہوتی ہے، وہ سرمایہ دارانہ سوچ ہوتی ہے، جس کا اول وآخر صرف اور صرف پیسہ ہوتا ہے، اس سوچ میں محروم طبقات اور غرباء کیلئے کسی قسم کی غم خواری، ہمدردی اور خیر خواہی نہیں ہوتی، چنانچہ یہ لوگ اشیائِ ضرورت کو بڑے بڑے گوداموں اور سٹوروں میں بڑے پیمانے پر جمع کر کے رکھ لیتے ہیں، اور بازار میں ان کی مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور اس چیز کی طلب اور مانگ میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس کے بعد یہ لوگ اس چیز کو تھوڑا تھوڑا کر کے مارکیٹ میں لیکر آتے ہیں اور اس پر منہ مانگی قیمت وصول کرتے ہیں، چونکہ وہ چیز لوگوں کی ضروریات میں سے ہوتی ہے اس لیے لوگ اسے مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں، اسے عربی میں "احتکار" کہا جاتا ہے اور اردو میں اسے ذخیرہ اندوزی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس عمل کے پس پردہ جو بدبودار ذہنیت کار فرما ہے، وہی اس کی قباحت اور شناعت کیلئے کافی سے زیادہ ہے"۔26

اس میں مزید اضافہ نبی ﷺ کے ان فرامین سے ہو جاتا ہے، جن میں آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ ذخیرہ اندوزی کے گناہگار ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
☆ ذخیرہ اندوز تاجر کو اللہ تعالیٰ کوڑھ کی بیماری اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے۔
☆ ذخیرہ اندوز کو لعنتی قرار دیا گیا۔
☆ مہنگائی کی نیت سے نرخ بڑھانے والا شخص اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔
☆ ایسے تاجر سے اللہ تعالیٰ اس سے بری اور وہ اللہ سے بری ہو جاتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی مذمت اور ممانعت سے متعلق مولانا ظفر اقبال مزید لکھتے ہیں:

"دراصل یہاں دو قسم کے لوگ ہیں، کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنے علاقے کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے باہر سے سامانِ تجارت لاتے ہیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے علاقے کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں، لیکن وہ ان چیزوں کو جان بوجھ کر روک لیتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں، پہلی قسم کے لوگوں کو احادیث میں "جالب" کہا گیا ہے، اور دوسری قسم کے لوگوں کو "محتکر" یعنی ذخیرہ اندوز، چونکہ ان دونوں گروہوں کے عمل میں فرق ہے لہٰذا ان کا نتیجہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونا چاہیے، اسی بناء پر نبی ﷺ نے "جالب" کو دعا دی ہے کہ

اللہ تعالیٰ اسے رزق عطا فرمائے، چنانچہ ایسے لوگوں کو رزق مل جاتا ہے، اور محتکر پر لعنت فرمائی ہے لہٰذا وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے، اور بد نصیبی اس کے تعاقب میں رہتی ہے۔

ذخیرہ اندوزی کی مذمت اور اس کے قابلِ نفرت جرم ہونے کی وضاحت کے بعد یہاں چند سوالات کا جواب بھی تلاش کر لینا چاہیے تا کہ اس سلسلے میں نبی ﷺ کی منشا کامل طور پر واضح ہو جائے، چنانچہ پہلا سوال یہ ہے کہ کن چیزوں کی ذخیرہ اندوزی جائز ہے اور کن چیزوں کی ناجائز؟دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ کیا ہر چیز کی ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے یا اس میں کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی ہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ بعض اوقات تاجر لوگ دیکھتے ہیں کہ فلاں چیز کا ابھی موسم نہیں ہے لہٰذا اس کی طلب بھی زیادہ نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کی قیمت بھی کم ہے، چنانچہ وہ اسے زیادہ مقدار میں خرید کر اپنے گودام اور سٹور میں محفوظ کر لیتے ہیں، پھر جب اس کا موسم آتا ہے اور اس کی مانگ میں اضافہ ہوتا ہے تو وہ اسے موجودہ نرخ کے مطابق فروخت کرتے ہیں اور خوب منافع کماتے ہیں، کیا یہ بھی ذخیرہ اندوزی ہے یا نہیں؟اور تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی تاجر کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ منافع خور، گراں فروش اور ذخیرہ اندوز ہے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟

ان سوالات کا جواب معلوم کرنے سے پہلے یہ اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور اس کی قباحت کا بنیادی اور اصل سبب یہ ہے کہ اس میں عام مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جاتا ہے، غریب آدمی کا استحصال کیا جاتا ہے، ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، اور ان کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جسے روک لینے سے عام آدمی کو کوئی فرق نہ پڑتا ہو، اور غریب آدمی اس سے متاثر نہ ہوتا ہو تو وہاں ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کا بنیادی سبب نہیں پایا جاتا، اس لیے فقہائِ امت نے "جو درحقیقت حکمائِ امت ہیں" اس موضوع کی احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ جو چیزیں انسانوں یا جانوروں کی غذائی ضروریات میں شمار ہوتی ہوں مثلاً دودھ ، آٹا، چینی، دال، چاول اور گھی وغیرہ ، انہیں روک لینا ذخیرہ اندوزی ہے، اور اس کے علاوہ جو دوسری چیزیں ہیں کہ اگر وہ نہ ہوں تو ان کے بغیر بھی انسان گذارا کر سکتا ہے اور وہ انسان کی فوری ضروریات میں شمار نہیں ہوتیں، انہیں روک لینا ذخیرہ اندوزی نہیں ہے لہٰذا وہ حرام بھی نہیں ہے۔

اسی طرح ذخیرہ اندوزی کا اصل مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کی بازار میں مصنوعی قلت پیدا کر کے اس کے بعد اسے منہ مانگے داموں فروخت کرنا، یہ مفہوم دوسرے سوال پر صادق نہیں آتا، کیونکہ عقلمند تاجر قبل از وقت اپنی مصنوعات کو جمع کر کے رکھتے ہی ہیں، ان کا مقصد بازار میں اس کی قلت پیدا کر کے لوگوں کو نقصان پہنچانا نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر بھی "ذخیرہ اندوزی" کا لفظ صادق نہیں آتا، اور شریعت نے جس ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیا ہے، یہ صورت اس کے مفہوم سے خارج ہے، جہاں تک تعلق ہے تیسرے سوال کا تو اس کا جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ حاکمِ وقت ایسے شخص کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ذخیرہ کی ہوئی چیز کو مارکیٹ میں لائے اور جائز منافع کے ساتھ ارزاں نرخوں پر فروخت کرے، ظاہر ہے کہ ایسا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب حاکمِ وقت اپنی رعایا کے ساتھ مخلص اور ان کے دکھ درد کا ساتھی ہو، اور اگر خود حاکمِ وقت ہی ذخیرہ اندوز ہو تو پھر اس ملک اور علاقے کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے، اور اس کی مثال ایسے ہوتی ہے جیسے کسی بھیڑیئے کو بکریوں کے ریوڑ کی حفاظت کا فریضہ سونپ دیا جائے، اور بکریوں کا مالک مطمئن ہو کر سو جائے، پھر وہ بکریاں ہوتی ہیں اور وہ بھیڑیا ہوتا ہے، بد قسمتی سے اس وقت ہم اپنے وطنِ عزیز میں اس قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہیں"۔27

حافظ عمران ایوب ذخیرہ اندوزی کی مختلف کیفیات کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

ذخیرہ اندوزی کی چند ناجائز صورتیں:

۱۔ جب غلہ وغیرہ کا ریٹ بڑھ رہا ہوتا ہے تو تاجر یا زمیندار حضرات اس نیت سے اشیاء سٹاک کر لیتے ہیں کہ جب تک ریٹ فلاں حد تک نہیں پہنچے گا ہم اپنی اشیاء مارکیٹ میں نہیں لائیں گے، حالانکہ ان اشیاء کی مارکیٹ میں اسی وقت ضرورت بھی ہوتی ہے۔

۲۔ حکومت کوئی چیز زائد سمجھ کر ایکسپورٹ کر دیتی ہے لیکن بعد ازاں اس کی قلت واقع ہو جاتی ہے، پھر حکومت وہی چیز کسی دوسرے ملک سے امپورٹ کرتی ہے، اس وقفہ میں تاجر لوگ ذخیرہ اندوزی کے ذریعے اشیاء کی قیمتیں آسمان تک پہنچا دیتے ہیں اور خوب منافع کماتے ہیں، جبکہ غریب عوام مہنگے داموں ہی اشیاء خریدنے پر مجبور ہوتی ہے۔

۳۔ کچھ ہوشیار تاجر خفیہ ذرائع سے یہ پتہ چلا لیتے ہیں کہ آئندہ سال سرکاری بجٹ میں کن اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہے اور پھر ان اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کر کے ان کی فروخت روک لیتے ہیں، بعدازاں جب وہ اشیاء مہنگی ہو جاتی ہیں تو پھر انہیں فروخت کر کے خوب کمائی کرتے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کی چند جائز صورتیں:

۱۔ جب کوئی چیز وافر مقدار اور سستی قیمت میں دستیاب ہو، ایسے حالات میں اگر کوئی تاجر وہ چیز ذخیرہ کر لے اور پھر جب لوگوں کو ضرورت پڑے تو انہیں اس وقت کی قیمت کے مطابق فروخت بھی کر دے تو یہ ذخیرہ اندوزی حرام نہیں کیونکہ اس میں ضرورت کے وقت لوگوں سے چیز روکی نہیں گئی بلکہ انہیں مہیا کی گئی ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص ذاتی ضرورت کے لیے گھر میں غلہ یا کوئی اور چیز ذخیرہ کر لیتا ہے تاکہ آئندہ مہنگائی کے ایام میں اسے سہولت رہے اور اس وقت وہ چیز مارکیٹ میں بھی بآسانی دستیاب ہو تو ایسی ذخیرہ اندوزی میں کوئی قباحت نہیں"۔28

مزید لکھتے ہیں:

"مصنوعی قلت پیدا کرنے کی ایک جدید صورت: اس صورت کا تعلق بڑے بڑے مالدار اور تاجر لوگوں سے ہے جو گھر بیٹھے ٹیلیفون پر ہی کاروبار چلاتے ہیں، یہ لوگ اندازہ لگاتے ہیں کہ کون سی اشیاء آئندہ ایام میں مہنگی ہونے والی ہیں، پھر ان اشیاء کی مِل یا فیکٹری میں رابطہ کرتے ہیں اور انہیں بہت بڑا آرڈر دے دیتے ہیں جسے پورا کرنے میں فیکٹری کو دو تین ماہ درکار ہوں اور اتنے بڑے آرڈر کی صورت میں جہاں کچھ قیمت ایڈوانس ادا کر دیتے ہیں وہاں عام ریٹ سے کم ریٹ پر ہی سودا کرتے ہیں، جس پر فیکٹری والے بھی بخوشی رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں، دریں اثنا وہ چیز مارکیٹ میں آنا بند ہو جاتی ہے، نتیجتاً ایک طرف لوگ پریشان ہوتے ہیں اور دوسری طرف اس کی قیمت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے کیونکہ پھر وہ چیز جس کے پاس بھی ہوتی ہے وہ اپنی مرضی کی قیمت پر اسے بیچتا ہے۔ فیکٹری والے جب ریٹ بڑھتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس تاجر کو کچھ دے دلا کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ تاجر بہت زیادہ منافع کمانے کا خواہشمند ہوتا ہے، اس طرح اس چیز کی قیمت مزید بڑھ جاتی ہے، اور یوں بعض اوقات فیکٹری والے تاجر کو اس کا ایڈوانس

اور ساتھ میں کچھ منافع دے کر راضی کر لیتے ہیں اور بعض اوقات تاجر اپنا آرڈر پورا کرانے پر ہی مصر ہوتا ہے اور وہ چیز حاصل کرکے مارکیٹ میں مہنگے داموں فروخت کرت اہے، یوں ایک چیز کی موجودگی کے باوجود مارکیٹ میں اس کی مصنوعی قلت پیدا کر دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں بلاوجہ ایک چیز کا ریٹ بہت بڑھا دیتا جاتا ہے اور لوگوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کا بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

کاروبار کی یہ صورت بھی حرام ہے کیونکہ ایک تو یہ ذخیرہ اندوزی کی ہی ایک صورت ہے اور ذخیرہ اندوزی حرام ہے ، دوسرے شریعت میں ایسی چیز کے سودے سے منع کیا گیا ہے جو پاس موجود نہ ہو اور اس صورت میں یقینا فیکٹری والے نے جس چیز کا سودا کیا ہے وہ چیز اس کے پاس موجود نہیں، تیسرے شریعت میں ایسی چیز کا سودا ممنوع ہے جسے قبضہ میں نہ لیا گیا ہے اور خریدی ہوئی جگہ سے اٹھا کر اپنے پاس نہ رکھا گیا ہو، چوتھے ایسا سودا بھی ناجائز ہے جسے ماپ تول کر فروخت نہ کیا جائے اور یہاں ماپنے تولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ چیز ابھی موجود ہی نہیں، لہٰذا یہ صورت حرام اور ناجائز ہے"۔29

ان تمام ناجائز صورتوں کا انسداد صرف اسی صورت میں ممکن ہے، جب لوگوں کو اسلامی تجارت کے اصول و قوانین سکھائے اور بتائے جائیں گے، دین احکامات میں دلچسپی لینے والے حضرات کم خسارے میں رہتے ہیں، کیونکہ انہیں اسلام کی اساسی اور تجارتی بنیادیں بخوبی معلوم ہوتی ہیں، جن کی بدولت وہ سود اور ذخیرہ اندوزی نیز ممنوعہ کاروبار سے خود کو محفوظ رکھ لیتے ہیں، اس سلسلے میں حکومت وقت کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ اشیاءکی طلب اور رسد پر خصوصی توجہ رکھیں، اور جہاں کہیں اس بات کا امکان پیداہو کہ لوگ ناجائز منافع خوری سے کام لے رہے ہیں، وہاں ان کے لیے سخت قوانین بناتے ہوئے عوام الناس کی زندگی کو آسان سے آسان تر کیا جائے۔

حواشی

....

۱ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، امام، "الجامع الصحیح"، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ

۲ ص:۳۸:۲۰

۳ بخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، الرقم: ۲۰۷۴

۴ بخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، الرقم: ۲۰۷۵

۵ احمد بن حنبل، ابو عبداللہ، امام، م"سند الامام أحمد بن حنبل"، موٴسسة الرسالة، بیروت۔ لبنان، الرقم: ۱۷۱۸۱

۶ ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک، "السنن"، کتاب البیوع، باب ما جاءفی التجار وتسمیة النبی ﷺ

۷ الحشر،۵۹:۷

۸ الزخرف،۴۳:۳۲

۹ یوسف قرضاوی، "اسلام اور معاشی تحفظ"، مترجم: عبدالحمید صدیقی، البدر پبلی کیشنز۔ لاہور، ص:۴۱،۴۰

۱۰ الشیبانی، محمد بن حسن، ابو عبداللہ، امام، "کتاب الآثار"، مترجم: علامہ صدیق ہزاروی، مکتبہ اعلیٰ حضرت۔ لاہور، ص:۳۵۷

۱۱ ایضاً، ص:۳۵۸

۱۲ ابن ماجہ، "السنن"، کتاب التجارات، بابُ من باع عیبًا فلیبینہ

۱۳ ترمذی، "السنن"، کتاب البیوع، باب ترغیب التجار فی الصدق

۱۴ ابن ماجہ، "السنن"، کتاب البیوع، باب ترغیب التجار فی الصدق

۱۵ ترمذی، "السنن"، کتاب البیوع، باب ترغیب التجار فی الصدق

۱۶ الطبرانی، ابو القاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، "المعجم الکبیر"، مکتبة ابن تیمیة۔ القاھرہ۔ مصر، ج:۱، الرقم: ۱۳۲

۱۷ ترمذی، "السنن"، ابواب الوتر، باب ما جاءفی فضل الصلاۃ علی النبی

۱۸ ابن کثیر، عماد الدین، حافظ، "تفسیر ابن کثیر"، ج:۱، ص: ۵۸۱

۱۹ مسلم، "الجامع الصحیح"، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات

۲۰ ابن ماجہ، "السنن"، کتاب التجارات، باب الحکرۃ والجلب

۲۱ ابن ماجہ، "السنن"، کتاب التجارات، باب الحکرۃ والجلب، الرقم:۲۱۵۳

۲۲ الشیبانی، ابو عبداللہ، احمد بن حنبل، "مسند الامام احمد بن حنبل"، موٴسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ لبنان، ج:۱۴، الرقم:۸۶۱۷

۲۳ احمد بن حنبل، "مسند الامام احمد بن حنبل"، مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، الرقم:۴۸۸۰

۲۴ الشوکانی، محمد بن علی، "نیل الاوطار من اسرار منتقی الأخبار"، دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع۔ سعودیہ، ج:۱۰، ص:۲۴۵

۲۵ غفاری، نور محمد، مولانا ڈاکٹر، "اسلام کا قانونِ تجارت"، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری۔ لاہور، ص:۶۹

۲۶ ظفر اقبال، مولانا محمد، "جواھر الحدیث"، ادارہ اسلامیات۔ لاہور، ج:۵، ص:۷۹

۲۷ ایضاً، ص:۸۰

۲۸ ایوب لاہوری، حافظ عمران، "تجارت کی کتاب"، فقہ الحدیث پبلی کیشنز۔ لاہور، ص:۶۲،۶۳

۲۹ ایضاً، ص:۶۳